محاضراتِ قرآنی بعنوان :

# افکار و پیغامِ اقبال اور قیامِ پاکستان اور انقلابِ ایران اور ـــ پاکستان میں دستورِ خلافت کی تکمیل

تحریر : انور علی بخاری

جناب انور علی بخاری شعبہ تعلیم سے منسلک ہیں۔ پاکستان کی چوٹی کی جامعات میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے تدریسی خدمات انجام دیتے ہیں۔ گزشتہ کئی برسوں سے مرکزی انجمن خدام القرآن کے تحت منعقد ہونے والے مختلف سیمینارز' دروس قرآن اور بالخصوص محاضرات قرآنی میں نہایت پابندی اور اہتمام سے شرکت کرتے ہیں۔ ہماری درخواست پر انہوں نے حالیہ محاضرات قرآنی کی ایک ایسی تاثراتی رپورٹ مرتب کی ہے جس کے ذریعے محاضرات میں پیش کئے گئے مقالات کا ایک خلاصہ بھی عمدگی کے ساتھ قارئین کے سامنے آجاتا ہے۔ (ادارہ)

سالانہ محاضرات قرآنی کا انعقاد اب انجمن خدام القرآن اور تنظیم اسلامی کی ایک مستقل روایت بن چکی ہے جس کا بہت ذوق و شوق کے ساتھ انتظار کیا جاتا ہے۔ اراکین انجمن اور تنظیم اسلامی کے رفقاء کے علاوہ جو ملک کے طول و عرض سے اپنے سالانہ کنونشن میں شرکت کے لئے اس دوران لاہور میں آئے ہوتے ہیں' اہل لاہور کا ایک وسیع طبقہ بھی ان محاضرات میں شرکت کرتا ہے۔ یہ بات محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی مساعی کی کامیابی کی ایک واضح علامت ہے کہ سامعین میں دانشور' ہوش مند اور دیندار اصحاب کے علاوہ تنقیدی اور ایسا ذہن رکھنے والے حضرات بھی بہت بڑی تعداد میں موجود ہوتے ہیں جو کمال ضبط و تنظیم کے اور مکمل انہماک و استحضار کے ساتھ مقررین کی تقاریر اور دانشوروں کے مقالات کو سنتے ہیں۔ پچھلے چند سالوں سے اگر ان محاضرات میں

پڑھے جانے والے مقالات اور ان میں کی جانے والی تقاریر کے موضوعات کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات بخوبی سامنے آتی ہے کہ ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی طرف سے موضوعات کا انتخاب بہت متنوع اور وقیع رہا ہے۔ ان محاضرات میں خالصتاً دینی موضوعات کے علاوہ حالات حاضرہ اور مسلم اُمّہ کو درپیش مسائل کی مناسبت سے معاشی' معاشرتی اور عمرانی مسائل بھی ایک سنجیدہ اور باوقار ماحول میں زیر بحث آتے ہیں جن سے ایک طرف تو سننے والوں کی تعلیم و تربیت کا مقصد حاصل ہوتا ہے اور دوسری طرف سوچ و بچار کرنے والے اذہان کے لئے فکر کی نئی راہیں متعین ہوتی رہتی ہیں۔

اس بار یہ محاضرات 20'21 اور 22/اپریل کو قرآن کالج کے آڈیٹوریم میں منعقد ہوئے جو مقررین کی تقاریر اور ان کے مقالات کے اساسی جوہر کے اعتبار سے بھی اور سامعین و حاضرین کی بہت بڑی تعداد کے علاوہ ان کے ذوق و شوق اور انہماک و استحضار کے اعتبار سے بھی بہت کامیاب رہے۔

موضوعات جن پر اظہار خیال کی دعوت دی گئی تھی وہ تھے' اقبال ڈے کی مناسبت سے "افکار و پیغام اقبال اور قیام پاکستان و انقلاب ایران" اور پاکستان کے مخصوص حالات کے پیش نظر اور اس مملکت خداداد کی غرض و غایت کی مناسبت سے "پاکستان میں دستور خلافت کی تشکیل"! ـــــ ان موضوعات پر مندرجہ ذیل حضرات نے تقاریر کیں یا مقالے پڑھے۔

☆ 20/اپریل : ڈاکٹر محمود احمد غازی' ڈاکٹر وحید الزمان اور ڈاکٹر آفتاب اصغر

☆ 21/اپریل : علامہ شبیر بخاری' پروفیسر محمد طفیل سالک' صاجزادہ خورشید احمد گیلانی' مولانا محمد اسحٰق بھٹی اور جناب عمران این حسین

☆ 22/اپریل : ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن سابق چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت پاکستان۔

یوں تو یہ دونوں موضوعات اپنی الگ الگ حیثیت سے بھی بہت اہم تھے لیکن اساسی اعتبار سے یہ ایک ہی موضوع کے مختلف پہلوؤں کا احاطہ کئے ہوئے تھے اور وہ موضوع تھا اسلامی انقلاب کی فکری نہج اور عملی طور پر اس انقلاب سے حاصل ہونے والے ممالک میں اسلامی حکومت کا انعقاد و استحکام۔ یہ بات بہت وضاحت سے بیان ہوئی کہ پاکستان اور

ایران (اسلامی انقلاب کے بعد کا ایران) وہ دو ممالک ہیں جن کے قیام کے لئے فکر اقبال نے مواد فراہم کیا۔

ڈاکٹر وحید الزمان اور ڈاکٹر آفتاب اصغر نے خصوصیت کے ساتھ انقلاب ایران کے فکری ماخذ کی تحقیق پیش کی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ جناب آیت اللہ خمینی نے جن ایرانی ذہنوں کی تعلیم و تربیت کر کے وہ انقلاب برپا کیا جس کی ہیبت تمام مغربی ممالک اور بالخصوص امریکہ پر طاری ہو گئی ہے۔ اور وہ اب اسلام کو اپنا واحد مد مقابل جاننے اور ماننے لگے ہیں اور جس کے خلاف ہر سطح پر وہ بر سرپیکار نظر آتے ہیں' ان ذہنوں کی آبیاری کرنے میں تین مفکرین کی مساعی خاص طور پر شامل ہیں اور یہ کہ موجودہ ایرانی قیادت ان تینوں مفکرین کی مساعی اور اس تحریک کے فکری منہاج متعین کرنے میں ان تینوں کے رول کو تسلیم بھی کرتی ہے اور اس کا برملا اظہار بھی کرتی ہے اور وہ ہیں سید جمال الدین افغانی' ڈاکٹر علی شریعتی اور حضرت اقبال لاہوری یعنی ہمارے اپنے علامہ اقبال۔

اس سلسلہ میں ڈاکٹر آفتاب اصغر کا مقالہ خاص توجہ کا مستحق ہے۔ انہوں نے اقبال کی فارسی شاعری سے بیش بہا مواد پیش کیا اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارے لئے بھی یہ بات ایک انکشاف سے کم نہیں ہے کہ علامہ اقبال کی فارسی شاعری اپنے اندر حریت فکر اور تحریکِ شعورِ ذات کا کس قدر آتش فشاں لئے ہوئے ہے۔ اقبال جو فلسفہ خودی کے علمبردار تھے اور عظمت انسانی کے تمام نشان قرآن کریم سے اخذ کرتے تھے انہوں نے کس طرح جمود و تقلید کے خلاف آواز بلند کی اور نوجوان ذہن کو یہ انقلابی پیغام دیا کہ وہ اپنی فکر میں تحریک و حریت کے اوصاف پیدا کر کے ہی اپنی خودی کی تکمیل کر سکتا ہے اور اپنے شایان شان سیاسی معاشی و معاشرتی نظام قائم کر سکتا ہے جو کہ اس عظمت انسانی کے عین مطابق ہو جو اسلامی اور قرآنی فکر اس کے لئے متعین کرتی ہے۔ کاش کہ ہمارے اربابِ بست و کشاد مطالعہ پاکستان کے مضمون میں تحریک پاکستان کے سیاسی پس منظر کے ساتھ ساتھ ہمارے نوجوانوں کو اقبال کی شاعری اور بالخصوص اقبال کی فارسی شاعری کا ایک ایسا انتخاب لازمی پڑھائیں جس نے ایرانی نوجوان ذہن کو اس انداز سے اور اس وقت سے تحریک دی کہ انہوں نے خلافت راشدہ کے بعد اسلامی تاریخ میں پہلی بار ایک انقلابی اسلامی ریاست

قائم کر کے دکھادی۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر آفتاب اصغر کا یہ مقالہ چھپ کر ہمارے نوجوان ذہنوں تک ضرور پہنچنا چاہئے تاکہ ان میں بھی تحریک پیدا ہو کہ وہ مطالعہ فکر اقبال کے خوگر ہوں اور اس کے ذریعہ قرآن حکیم کی طرف راغب ہوں کیونکہ صرف اور صرف فکر قرآنی ہی ہمیں عبد سے عبدہ تک لے جاسکتی ہے۔

مولانا محمد اسحٰق بھٹی نے شہر لاہور میں منعقد ہونے والے دروس قرآن کریم کا ایک بھرپور جائزہ پیش کیا اور خیال ظاہر کیا کہ محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی مساعی اس ضمن میں ایک خاص اہمیت کی حامل ہیں۔ مجھے ان کی اس رائے سے اتفاق ہے کیونکہ ڈاکٹر صاحب کے دروس قرآنی میں جو فکری منہج اختیار کیا گیا ہے وہ ایک خالص مُلّا کا منہج نہیں ہے بلکہ ایسا جدید اور مؤثر منہج ہے جو ماڈرن تعلیم یافتہ ذہن کو متاثر کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب نے اپنی تحریک اسلامی کے تمام مناہج سیرت مطہرہ کے بہت عمیق مطالعہ سے اخذ کئے ہیں اور اس تحریک میں شامل خواتین و حضرات کا ذہن تیار کرنے کے لئے انہوں نے بھی اقبال کے ہی انداز میں محرک و مؤثر تعلیماتِ قرآنی کا استعمال کیا ہے جس سے کہ ایک صالح و باعمل افرادی قوت حاصل ہو سکتی ہے جو بالآخر اس انقلاب کا ہراول دستہ بنے گی جو بالآخر خلافت علیٰ منہاج النبوۃ پر منتج ہو گی۔

جناب عمران این حسین کا بھی یہی تجزیہ تھا۔ ان کا کہنا تھا کہ ایران کے بعد اب جغرافیائی لہر کا تقاضا بھی یہی ہے کہ پاکستان بالآخر اس انقلاب کی آماجگاہ بن جائے جس کے لئے کہ اس مملکت کا وجود وقوع پذیر ہوا تھا اور یہ کہ برعظیم اور بالخصوص پاکستان میں مختلف مذاہب فکر کی باہمی رقابت اور چپقلش کی موجودگی میں یہاں اسلامی انقلاب کٹر مذہبی قیادت نہیں لاسکتی بلکہ وہ انقلاب ایک محرک اور ماڈرن ذہن کی دیندار اور فہیم قیادت ہی برپا کرے گی اور شاید کہ اللہ تعالیٰ ڈاکٹر اسرار سے ہی یہ کام مقدر کروا دے۔

افکار و پیغام اقبال اور قیام پاکستان کی حد تک تقریباً ہر مقرر نے اظہار خیال کیا اور اقبال کی فارسی شاعری سے استدلال قائم کرتے ہوئے کہا کہ اقبال ایک شاعر انقلاب تھے جن کی شاعری اور دیگر افکار سے متاثر ہو کر مسلمانان ہند ایک عوامی تحریک و آئینی جدوجہد کے بعد پاکستان قائم کیا جو اس حیثیت سے ایک انقلابی ملک ہے کہ اس کا وجود

خالصتاً ایک اسلامی ملک کے طور پر ہوا ہے۔ ملک و قوم کے مروجہ اساسی محکمات سے ہٹ کر یہ قوم وحدت دین کی بنیاد پر ایک قوم تسلیم کی گئی اور یہ ملک خالصتاً اسلام کے نفاذ کے لئے قائم کیا گیا۔ یہی وجہ ہے کہ اس ملک کے آئین کی ترویج سے بھی بہت پہلے اس ملک کی آئین ساز اسمبلی نے ایک قراردادِ مقاصد منظور کی جس میں یہ عہد کیا گیا کہ اس ملک میں اقتدارِ اعلیٰ اللہ سبحانہ تعالیٰ کا ہے اور رہوگا اور اس میں تمام قوانین قرآن و سُنّت کے مطابق ہی بنائے جاسکیں گے۔ یہ اور بات ہے کہ ایک عرصۂ دراز تک یہ قراردادِ مقاصد آئین کا حصہ نہ بنائی گئی۔ ضیاء الحق مرحوم کے زمانہ اقتدار میں قرارداد مقاصد آرٹیکل 2A کے ذریعے آئین کا مؤثر حصہ بن گئی۔ لیکن اس کے بعد بھی پاکستان میں اسلامی اقدار کا نفاذ اور ملک کے قوانین میں ایسی دفعات جو صریحاً پوری طرح سے یا جزوی طور پر اسلامی قوانین کی روح سے متصادم تھیں ان میں تبدیلیاں لانے کے لئے اخلاص نیت سے اور دیانتداری سے اقدام نہیں کئے گئے اور ہنوز یہی روش جاری ہے۔ یوں تو پاکستان کے ہر آئین میں ایسے ادارے قائم کرنے کا اعلان کیا گیا اور ایسی دفعات بتدریج شامل کی جاتی رہیں جن سے بظاہر اسلامی حکومت کے قیام کی طرف پیش قدمی نظر آتی ہے لیکن یہ تمام بے ضرر اور نمائشی اقدام ہی رہے کیونکہ خلوص دل سے یہ چاہا ہی نہیں گیا کہ ایک فلاحی اسلامی مملکت بالفعل وجود میں لائی جائے۔ اسلامی نظریاتی کونسل کا ادارہ ہو یا وفاقی شرعی عدالت کا قیام ہو ان کی تجویز و تشکیل ہی اس انداز سے کی گئی کہ ان کی سفارشات یا ان کے فیصلے سنجیدگی سے لئے ہی نہ جائیں۔ اس دلخراش حقیقت کو دو فاضل مقررین نے بہت شرح و بسط کے ساتھ واضح کیا۔ ان میں سے ایک ڈاکٹر محمود احمد غازی تھے جنہوں نے بہت تفصیل سے یہ بتایا کہ اسلامی نظریاتی کونسل جو 1973ء کے آئین میں تشکیل دی گئی تھی اور اس کے پیش رو ادارے جو 1956ء اور 1962ء کے آئین میں قائم کئے گئے تھے ان تمام اداروں نے ملک کے مختلف قوانین کا بہت تفصیلی جائزہ لے کر اسلامائزیشن کے لئے بہت قابل قدر سفارشات مرتب کر کے اب تک قائم ہونے والی ہر پارلیمنٹ کے سامنے پیش کیں، لیکن یہ سفارشات اس حد تک بھی درخورِ اعتناء نہ سمجھی گئیں کہ ان پر غور و خوض یا بحث و مباحثہ ہی کر لیا جاتا' چہ جائیکہ عملاً ان سفارشات کی روشنی میں ملکی قوانین

میں تبدیلیاں لائی جاتیں۔ فاضل مقرر نے بہت دکھ سے بتایا کہ اس کونسل کی رپورٹیں بہت آسانی سے کباڑیوں کی دکانوں سے ردی کے طور پر مل جاتی ہیں' حالانکہ یہ رپورٹیں پارلیمنٹ میں پیش ہو جانے کے بعد State Document کی حیثیت اختیار کر جاتی ہیں۔ اسی بات سے یہ اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ ہمارے پارلیمینٹیرین ان ضخیم رپورٹوں کو جن میں اسلامی قوانین کے نفاذ کے سلسلہ میں عملی تجاویز اور سفارشات مرتب تھیں' اور جو ان نمائندوں کی Guidance کے لئے تھیں' انہیں یہ نمائندے ردی کے ڈھیر سے زیادہ اہمیت نہیں دیتے رہے ہیں۔ ایسے میں کیا توقع قائم کی جاسکتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کے ذریعے اسلامائزیشن کا مقصد حاصل ہو سکے گا جب تک کہ اس کونسل کی سفارشات کو موثر کرنے کا کوئی نظام وضع نہیں کیا جاتا۔ اس سلسلہ میں دیگر تجاویز کے علاوہ انقلاب ایران کے بعد کے ایرانی آئین میں اختیار کئے گئے ایک اقدام کا جائزہ لیا جا سکتا ہے جس کی رو سے ایرانی پارلیمان میں ایک تیسرا Chamber بھی قائم کیا گیا ہے جو کسی موجودہ قانون کے بارے میں کہ یہ قرآن و سنت کے مطابق ہے یا نہیں حتمی فیصلہ کرنے کا مجاز ہے اور اگر یہ ادارہ اس نتیجہ پر پہنچتا ہے کہ موجودہ قانون جو پہلے ہی پارلیمنٹ کے ہردو Chambers سے پاس ہو چکا ہے قرآن و سنت سے کسی معمولی اعتبار سے بھی مطابقت نہیں رکھتا تو اسے ویٹو کر سکتا ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ایران میں اس ادارے نے کبھی ویٹو کا حق استعمال بھی کیا ہے یا نہیں' لیکن یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر آئین کے تحت ایسا کوئی ادارہ وجود رکھتا ہو اور اس کو بالفعل اس قسم کا موثر اختیار بھی حاصل ہو تو اس کی موجودگی ہی پارلیمنٹ پر ایک بہت موثر چیک ثابت ہو گی۔

پاکستان میں بھی کوئی ایسی آئینی سکیم وضع کی جاسکتی ہے جس کے تحت قومی اسمبلی اور سینٹ جو قانون بھی بنائے تو اس قانون کے قرآن و سنت کے مطابق ہونے کے بارے میں اس قانون کے پاس ہو جانے سے پہلے ہی اس پر حتمی رائے سامنے آجائے جس کی موجودگی میں کوئی ایسا قانون پاس نہ ہو جو قرآن و سنت سے مطابقت نہ رکھتا ہو۔ موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل سے بھی یہ کام لیا جاسکتا ہے اور اس ادارے کی تشکیل نو بھی ہو سکتی ہے اس طرح کہ اس میں دینی علوم میں دسترس رکھنے والے علماء کے علاوہ دوسرے علوم

کے ماہر بھی شامل کئے جاسکتے ہیں' تا کہ کسی بھی مجوزہ قانون کا ہر اعتبار سے مکمل جائزہ لیا جا سکے' اس لئے کہ جب یہ تجویز کردہ قانون ملک کا باقاعدہ قانون بنے تو اس کے ہر پہلو پر نظریاتی قانونی اور عملی اعتبارات سے قابل قبول اور قابل عمل ہونے کا یقین حاصل ہو۔ مزید یہ کہ قومی اسمبلی اور سینٹ کے لئے ضروری قرار دیا جائے کہ ان کی طرف سے تجویز کردہ ہر مسودہ قانون پر اسلامی نظریاتی کونسل کی رپورٹ عوام الناس کی اطلاع کے لئے نشر بھی کی جائے اور قومی اسمبلی یا سینٹ خود بھی اس کی پابند ہو کہ منفی رپورٹ کی صورت میں تجویز کردہ مسودہ میں ترامیم کرنے اور اسے ہر طرح سے قابل قبول بنانے کے بعد ہی ملک کا قانون بنایا جائے۔

دوسرے مقرر جنہوں نے آئین پاکستان کا بھرپور اور ہمہ جہتی تجزیہ پیش کیا اس نقطہ نگاہ سے کہ قرارداد مقاصد میں دیئے گئے مقاصد کی تکمیل کے سلسلہ میں اور دستور پاکستان میں دی گئی ایسی دفعات کو موثر بنانے کے لئے کیا کیا اقدام ضروری ہیں جن سے کم از کم یہ مقاصد تو حاصل ہو سکیں کہ ہمارے قوانین قرآن و سنت کے مطابق ڈھل جائیں جناب ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب تھے جو وفاقی شرعی عدالت پاکستان کے چیف جسٹس رہ چکے ہیں اور اپنی ذات میں ایک تبحر عالم اور مستند قانون دان ہیں۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک بھرپور مقالہ پیش کیا۔ ان کے اس مقالہ کی اہمیت کے پیش نظر اور اس لئے بھی کہ ان کا یہ مقالہ تنظیم اسلامی کی موجودہ جدوجہد کے سلسلہ میں جو وہ آئین میں مطالبہ تکمیل دستور خلافت کے سلسلہ میں کر رہی ہے' بہت معاون ثابت ہو گا اور اس میں اختیار کردہ فکر بھی اور طرز استدلال بھی تنظیم کے اختیار کردہ پروگرام سے ہر طرح ہم آہنگ ہے۔ یہ مقالہ خصوصی طور پر 22/ اپریل کو پیش کیا گیا۔ محاضرات کا انعقاد 20 اور 21/ اپریل تک محدود تھا لیکن اس پروگرام میں ایک دن کی توسیع کر دی گئی تا کہ یہ خصوصی مقالہ پوری یکسوئی سے سنا جا سکے۔ اور حق یہ ہے کہ یہ فیصلہ بہت ہی درست تھا کیونکہ ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن صاحب کا یہ مقالہ ایک سابق چیف جسٹس کے تبحر علمی کا ہر طرح سے آئینہ دار تھا۔ مقالہ انگریزی زبان میں تحریر کیا گیا تھا لیکن سامعین کی سہولت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے اور ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کی خصوصی درخواست پر جسٹس صاحب نے اسے بزبان اردو پیش کیا۔ مقالہ

نگار نے بہت تفصیل سے یہ بات واضح کی کہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد سے اب تک ہمارے مختلف دساتیر میں کس طرح ایسی دفعات بتدریج شامل ہوتی رہیں جن سے کہ ایک اسلامی مملکت کے قیام کے خدوخال متعین ہوتے ہیں۔ اور ایسے ادارے بنائے جاتے رہے کہ جو ایک اسلامی ریاست کے لئے ضروری قانون سازی کے کام میں ممدو معاون ثابت ہو سکتے تھے۔ لیکن دکھ کی بات ہے کہ جہاں ایک طرف آئین میں ایسی دفعات کا شمول اور ان دفعات کے تابع بنائے جانے والے ادارے امید کے چراغ روشن کرتے رہے وہاں دوسری طرف آئین میں ایسی دفعات بھی شامل رہیں جن کی موجودگی میں کوئی خاطر خواہ پیش رفت ممکن ہی نہ تھی۔ ڈاکٹر صاحب نے بہت وضاحت سے اسلامی دفعات گنوائیں اور پھر انہی دفعات میں موجود ان ذیلی شقوں کی بھی نشاندہی کی جن کی موجودگی میں وہ اسلامی دفعات غیر موثر ہو جاتی ہیں۔ اور جہاں ایسا نہیں ہے وہاں اداروں کی تشکیل تو بہت طمطراق کے ساتھ ہوتی رہی ہے لیکن ان اداروں کا کام درخور اعتنا نہ سمجھا گیا اور ان اداروں کا وہ کام جو بہت محنت سے کیا گیا' عدم توجہ کی وجہ سے معرض التوا میں پڑا رہا۔ اس قسم کا سلوک اسلامی نظریاتی کونسل کے ساتھ روا رکھا گیا حالانکہ یہ وہ واحد ادارہ تھا جس کے ذریعے مملکت پاکستان میں نافذ ہر قانون کو اسلامی احکام کی روشنی میں درست بھی کیا جا سکتا تھا اور نئی قانون سازی کے سلسلہ میں اس ادارہ سے رہنمائی بھی حاصل کی جا سکتی تھی۔

دوسرا معتبر ادارہ جو ضیاء الحق صاحب کے دور اقتدار میں بہت دھوم دھام سے قائم کیا گیا وہ وفاقی شرعی عدالت کا ادارہ تھا۔ لیکن اس کی تخلیق کے وقت ہی اس پر بہت زیادہ پابندیاں لگا دی گئیں اور ایسے اداروں اور قوانین کو اس عدالت کے اختیارات سے باہر رہنے دیا گیا کہ جن کی اصلاح اور تدوین نو کے بغیر نہ ہماری معیشت نہ معاشرت اور نہ ہی عدالتی نظام کسی بھی اعتبار سے اسلامائیز کیا جا سکتا تھا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آئین پاکستان میں شامل اسلامی دفعات محض نمائشی ہیں اور صاحبان اقتدار نے کبھی بھی پورے اخلاص سے یہ نہیں چاہا کہ اس ملک میں اسلام کا بالفعل نفاذ عمل میں آئے۔ وفاقی شرعی عدالت کے خالق نے بھی اس ادارے کو کبھی سنجیدگی سے نہیں لیا نہ ہی اسے آزادانہ کام کرنے کا

موقع فراہم کیا گیا نہ ہی اس ادارے کے بنچ کی تشکیل آئین میں دیئے گئے طریق کار اور شرائط کے مطابق کبھی کی گئی۔ بلکہ یہ بات قارئین کرام کے علم میں ہوگی کہ ابھی پچھلے سال ہی جب حکومت پاکستان اور سپریم کورٹ آف پاکستان کے درمیان ججوں کی تقرری کے طریق کار کے بارے اختلاف رائے بہت گھمبیر طریقہ سے سامنے آیا تھا اور جس کو بعد میں 20 مارچ 1996ء کے سپریم کورٹ کے فیصلے نے حتمی طور پر حل کر دیا تھا اس دوران اہل وطن کو یہ معلوم ہوا کہ دراصل وفاقی شرعی عدالت کے ادارے کو متعدد حکومتوں نے ایک ایسے ادارے کے طور پر استعمال کیا جہاں ججوں کی تقرریاں اکثر و بیشتر اس انداز سے کی جاتی تھیں کہ وہ جج جن کو منظور نظر نہ سمجھا جاتا تھا ان کو ایک طرح سے سزا کے طور پر وفاقی شرعی عدالت میں بھیج دیا جاتا تھا۔ جسٹس صاحب کا یہ مقالہ سچ یہ ہے کہ تنظیم اسلامی کی موجودہ مہم برائے تکمیل دستور خلافت کے مطالبات کو مبنی بر حق ثابت کرتا ہے اور یہ بات اب اظہر من شمس ہو گئی ہے کہ وفاقی شرعی عدالت کی تشکیل' اس کے اختیارات اور اس کے دائرہ کار کو اگر پورے دائرہ حکومت پر محیط نہ کیا گیا اور اس کے ججوں کے تقرر اور ان کی مدت کار کو اگر ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے جج صحابان کی طرح تحفظ اور آزادی نہ دی گئی تو اس ملک میں اسلامی نظام قانون بس ایک خواب ہی رہ جائے گا۔

تحریک خلافت کے مطالبات سے تو ہم آگاہ ہیں ڈاکٹر تنزیل الرحمٰن نے جو ترامیم آئین میں لانے کی سفارشات کی ہے وہ اجمالی طور پر حسب ذیل ہیں۔ میں نے ان شفارشات کو اپنی زبان میں ادا کیا ہے۔ درست Text کے لئے مقالہ کی طرف رجوع کیا جائے۔

1۔ وفاقی شرعی عدالت کے دائرۂ اختیار میں جو رکاوٹ اس وقت آئین میں بذریعہ 203(ب) موجود ہے اسے ختم کیا جائے۔

2۔ وفاقی شرعی عدالت میں ججوں کی تعداد 11 کی جائے جن میں سے 5 علماء جج ہوں اور پوری کوشش کی جائے کہ ججوں کی یہ مطلوبہ تعداد موجود رہے' بالخصوص 5 علماء جج۔

3۔ وفاقی شرعی عدالت کے ججوں کی تقرری کی مدت Fix کی جائے اور ان کی تقرری کی شرائط اور دیگر حالات کار ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے جج صاحبان کے مساوی بنائی جائیں۔

4۔ وفاقی شرعی عدالت کے دو بنچ تشکیل دے جائیں۔ایک اوریجنل سائڈ پر اور دوسرا اپیلیٹ سائڈ پر کام کرے۔

5۔ وفاقی شرعی عدالت اور اسلامی نظریاتی کونسل کے کاموں میں Duplicacy کو ہٹایا جائے تاکہ دونوں ادارے اپنا اپنا متعین اور مثبت کام انجام دیں۔

6۔ آئین کے آرٹیکل 2A کے ضمن میں ایک دفعہ "B" کا اضافہ کیا جائے جس کے تحت آئین کی کوئی دفعہ / کوئی ملکی قانون یا کوئی ایسا معروف جو قانون جیسی قوت رکھتا ہو ان میں کوئی بات جس حد تک کہ وہ آرٹیکل 2A (یعنی قرار داد مقاصد) سے Inconsistent ہو اسے void قرار دیا جاسکے۔

7۔ آئین میں ایسی شقیں جو آئین کے دوسرے آرٹیکل سے متصادم ہوں انہیں ختم کیا جائے تاکہ آئین کے کسی بھی آرٹیکل کے آزادانہ اور منصفانہ استعمال پر کوئی قدغن نہ رہے۔

یوں تو آئین پاکستان میں کئی دفعات اسلامی دفعات شمار کی جاسکتی ہیں لیکن خصوصیت کے ساتھ مندرجہ ذیل اہم ہیں تو ان دفعات پر ضروری غور و خوض کرنا ہوگا اور انہیں مزید مؤثر اور بہتر بنانا ہوگا۔ آرٹیکل 2A (قرار داد مقاصد) 227 سے 230 اسلامی نظریاتی کونسل' 203 وفاقی شرعی عدالت 62 اور 113 قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبران کی اہلیت سے متعلق دفعات۔

---

## ہمارا مطالبہ' ہماری اپیل
## دستورِ خلافت کی تکمیل

---

# قرآن اکیڈمی ملتان کے شب و روز

مرتب : ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی

الحمد للہ والمنہ کہ انجمن خدام القرآن ملتان اپنے پیش نظر مقاصد کے لحاظ سے ترقی پذیر ہے۔ انجمن خدام القران کے زیر اہتمام امسال بھی حسب معمول ماہ صیام میں تین مقامات پر تراویح کے ساتھ دورۂ ترجمہ قرآن مکمل کیا گیا۔ گارڈن ٹاؤن ملتان کینٹ میں یہ سعادت راقم الحروف کے حصہ میں آئی۔ جبکہ قرآن اکیڈمی ملتان میں محترم مختار حسین فاروقی صاحب نے دورۂ ترجمہ قرآن نہایت کامیابی سے مکمل کیا۔ نیو ملتان میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے وڈیو کیسٹ کے ذریعے یہ پروگرام منعقد کیا گیا اور مجوزہ نصاب کو دیکھنے اور سننے کے بعد نماز تراویح ادا کی جاتی رہی۔ تینوں مقامات پر شرکاء کی قابل لحاظ تعداد نے پوری دلچسپی اور انہماک سے پروگرام میں شرکت فرمائی۔ گارڈن ٹاؤن اور قرآن اکیڈمی میں خواتین بھی شریک پروگرام رہیں اور بھرپور استفادہ کیا۔

جیسا کہ قارئین "حکمت قرآن" کے علم میں ہے کہ محترم خواتین کو عربی پڑھانے کے لئے ایک کلاس کا اہتمام کیا گیا تھا جس میں ۲۵ خواتین نے پابندی وقت کے ساتھ شرکت کی اور عربی زبان سیکھی۔ انہی خواتین کے لئے یکم مارچ ۹۷ء سے منتخب نصاب کی تعلیم کا اعلان کیا گیا۔ الحمد للہ کہ ۳۵/۳۰ خواتین نے اس کلاس میں داخلہ لیا' جو پوری دلچسپی کے ساتھ راقم الحروف سے فہم قرآن کی تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ قرآن کریم کے منتخب حصوں سے دین کی اصل حقیقت' دین کے مطالبات اور ان کا باہمی ربط و تعلق بلیک بورڈ کی مدد سے پڑھایا اور سمجھایا جا رہا ہے۔ فہم قرآن کے اس پروگرام کا خوش آئند پہلو یہ ہے کہ ماشاء اللہ خواتین کے سامنے دین کے جو جو مطالبات آ رہے ہیں محترم خواتین ان پر عمل درآمد میں بھی پیش قدمی کر رہی ہیں۔ ۳۰/۲۵ خواتین زیر تعلیم ہیں۔

یکم مارچ ہی سے مرد حضرات کے لئے بھی عربی کلاس کا اہتمام کیا گیا۔ اسی کلاس کے شرکاء میں ایسے مرد حضرات جو خواتین کو ساتھ لے کر آتے ہیں کے علاوہ چند دیگر احباب نے بھی داخلہ لیا ہے۔ اس کلاس کو محترم ڈاکٹر منظور حسین صاحب عربی پڑھا رہے ہیں۔ اس کلاس کے شرکاء کی تعداد ابتدا میں تو ۲۰ تھی مگر رفتہ رفتہ اب کم ہوتی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے قرآن فہمی کی جانب اہل ملتان کی دلچسپی بڑھ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اس کام میں مزید خلوص